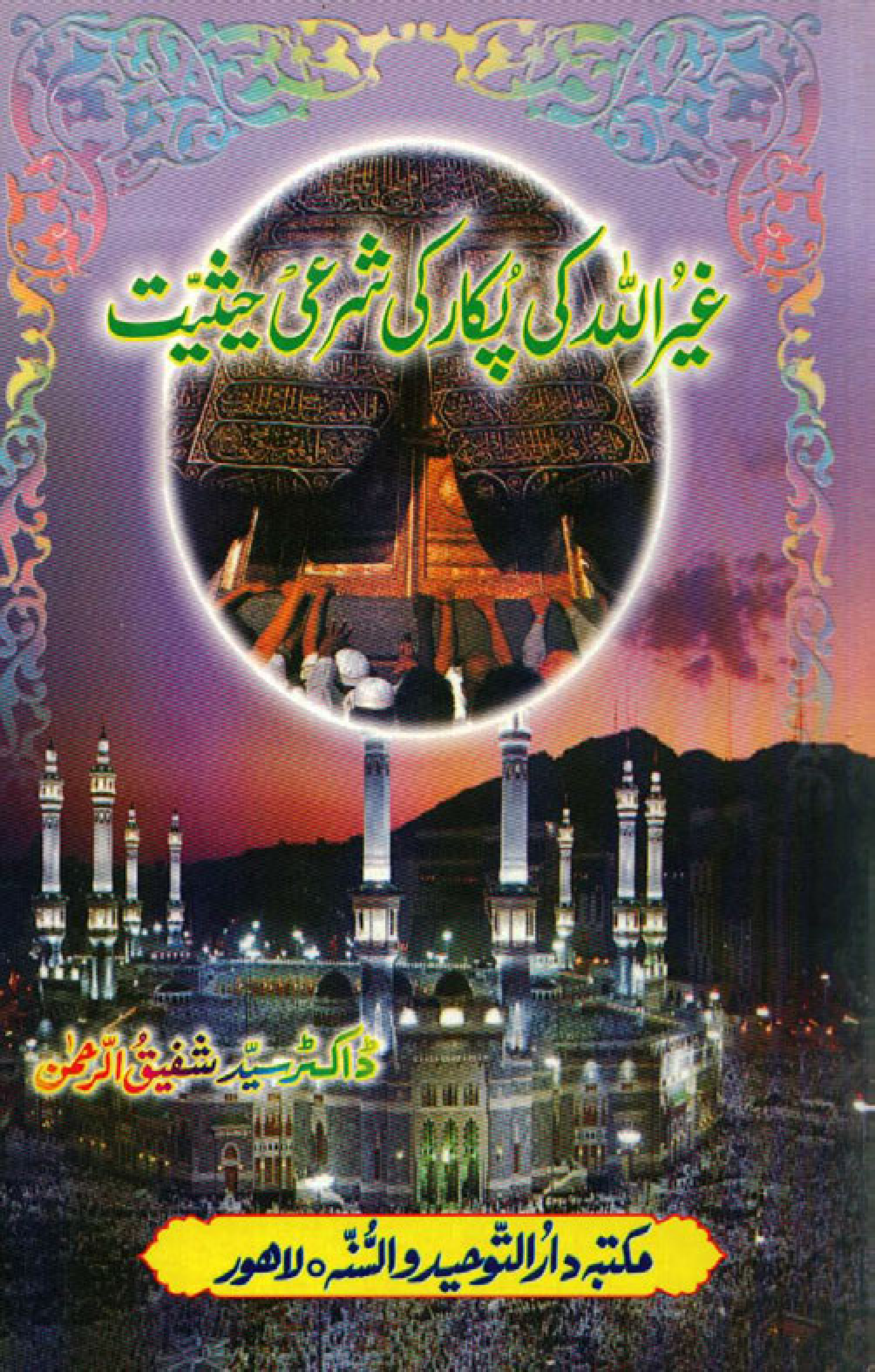

غیر اللہ کی پکار کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر سید شفیق الرحمن

مکتبہ دار التوحید والسنۃ ۔ لاہور

عقیدہ لائبریری
www.aqeedeh.com

یہ کتاب عقیدہ لائبریری سے ڈاؤن لوڈ کی گئی ہے.

www.aqeedeh.com/ur/

E-mail: book@aqeedeh.com

بعض مفید اسلامی ویب سائٹس:

www.aqeedeh.com	www.islamic-forum.net
www.sadaislam.com	www.khatm-e-nubuwwat.com
www.zekr.tv	www.kitabosunnat.com
www.kalemeh.tv	www.muhammadilibrary.com
www.ahlehaq.org/hq	www.islamqa.info/ur
www.islamhouse.com	www.quran-o-sunnah.com
www.eeqaz.com	www.deeneislam.com
www.tauheed-sunnat.com	www.nadwatululama.org

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

غیر اللہ کی پکار کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن

مکتبہ دارالتوحید والسُنّہ، مسجد توحید
خدا بخش روڈ عقب سوڈیوال کواٹرز، لاہور

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ الْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ﴾

(البقرہ : ۲/۱۶۴)

”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں، کشتیوں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لئے رواں دواں ہیں، بارش میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے اور اس سے زمین کو مرنے (خشک ہونے) کے بعد زندہ (سرسبز) کرنے میں، زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں، ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں

عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

آیۃ کریمہ اس بات پر شاہد ہے کہ کائنات کا سارا نظام اللہ اکیلے کے اختیار میں ہے۔ جو شخص عقل سے کام لے کر اگر کائنات کے نظام پر غور کرے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور جو ربِ کائنات پر سوچ سمجھ کر ایمان لایا وہ یقیناً سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرے گا فرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ﴾(البقرہ: ۲/۱۶۵)

''اور ایمان والوں کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہے۔''

کیونکہ محبت اسی سے ہوتی ہے جو مشکل میں کام آئے خطرات و نقصانات و حادثات میں تحفظ مہیا کرے' ضروریات کو پورا کرے اور اس کا خیال و محبت دل کو تسکین اور روح کو اطمینان بخشے' اور جس میں یہ ساری خوبیاں مستقل بذات ہوں جن کے زوال کا خیال تک بھی محال ہو۔ یقیناً ان سب کے کامل ترین حصول کا سوائے اللہ کے کسی سے تصور کرنا بھی کفر ہے اس لیے مومن اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے سے محبت نہیں کر سکتا۔

حبِّ رسول

ایک مومن ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو اور ہر وہ چیز مومن کو محبوب ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی قربت کا باعث بنے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ امام الانبیاء اور خلیل اللہ ہیں' اس لئے ہمیں سب سے زیادہ محبت نبی رحمت ﷺ سے ہونی چاہیے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ: ۹/۲۴)

''کہہ دو اگر تمہارے باپ' بیٹے' بھائی' بیویاں' خاندان کے آدمی' مال جو تم کماتے ہو' تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔''

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (صحیح بخاری)

آپ نے یہ بھی فرمایا'' کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل' مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔'' (صحیح مسلم)

اہل ایمان کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ جو شخص دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت کرے گا قیامت کے دن وہ آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی۔

آپ نے فرمایا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا ''اللہ اور اس کے رسول کی محبت'' آپ نے فرمایا بے شک تم اس کے ساتھ ہو جس کے ساتھ تم نے محبت کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہ ہوئی جتنی آپ کے اس فرمان سے ہوئی۔

میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ' ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں آخرت میں انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کئے۔ (بخاری' مسلم)

حبِّ رسول کا تقاضا

رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے کا تقاضا ہے کہ آپ کے احکام کی تعمیل اور آپ کی منع کردہ باتوں سے اجتناب کیا جائے' آپ کی یہ شان ہے۔

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ۵۳/۳'۴)

''اور یہ خواہش نفس کی بنا پر منہ سے کوئی بات نہیں نکالتے یہ تو اللہ کا حکم ہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔''

اسی لئے آپ کی محبت اور اتباع شرط ایمان ہے فرمایا۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آلِ عمران ۳/ ۳۱)

''کہہ دو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا۔''

غمی وخوشی میں، تنگی وآسانی میں، جان ومال میں، اولاد وگھربار میں، غرضیکہ دنیا و مافیہا میں نبی رحمت ﷺ کی پیروی کو مقدم رکھنا اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک ہر شے سے زیادہ محبت اللہ کے رسول ﷺ سے نہ ہو۔

یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کی محبت انسان کے دل میں ڈالی ہے۔ اگر مخلوق کے دل میں اللہ تعالیٰ محبت نہ ڈالتا تو کوئی بچہ پروان نہ چڑھتا۔ ماں میں جذبہ ایثار وقربانی اور اپنے بچے سے قریب سے قریب تر ہونے کی تڑپ اور اس کو خوش دیکھ کر آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور یہ سب محبت ہی کے کمالات تو ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا حق تو یہ ہے کہ ہم ان پر اپنی محبوب ترین چیزوں کو قربان کر کے تسکین قلب اور دل کا سرور محسوس کریں اور دوسری تمام چیزوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے تابع رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ بھی مومنین پر مہربان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ ۹/ ۱۲۸)

”لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی نہایت چاہنے والے اور مومنوں پر کمال مہربان اور رحیم ہیں۔“

حب رسول کے اظہار میں راہِ اعتدال

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت کے اظہار میں اور آپ کے اوصاف بیان کرنے میں بے اعتدالی کا شکار ہو جاتے ہیں اور آپ ﷺ کے لئے ایسی صفات تک کا ذکر کر جاتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ اور قرآن کریم میں اس چیز کو ''غلو'' کہا گیا ہے۔

﴿قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتَابِ لَاتَغْلُوْافِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ﴾ (المائدہ: ۵/۷۸)

''کہہ دیجئے اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر توحید کی طرف بلایا جائے۔ غیر اللہ کی بندگی سے لوگوں کو ہٹا کر اللہ کی بندگی پر لگایا جائے۔ مگر یہ لوگ کفر و شرک کو توحید جانتے ہیں۔ اور اہل توحید کو گستاخ رسول کہتے ہیں۔

یہ سراسر ظلم ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے مقصد بعثت کو پہچان کر اس کے مطابق عمل کرنے والوں کو گستاخِ رسول کہا جائے اور محبت کے دعوے کو ڈھال بنا کر شرک کو عین اسلام ثابت کیا جائے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

''میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصرانیوں نے ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ آرائی کی۔ میں تو اللہ کا بندہ ہوں تم کہو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول (بخاری)

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا'' میری شادی کی صبح

رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ دو ننھی بچیاں جنگ بدر میں شہید ہونے والے میرے رشتہ داروں کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ بچیوں نے کہا۔

﴿وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَافِي غَدٍ﴾

''اور ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو کل کو ہونے والی بات جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔''

﴿اَمَّا هذا فَلاَ تَقُوْ لُوْهُ مَايَعْلَمُ مَافِي غدٍ الاّ اللّٰه﴾

''ایسے مت کہو جو کچھ کل ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

سنن ابن ماجه كتاب النكاح باب الغنا الدف (ح۱۸۹۷)

لہذا آپ کی سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ توحید سے محبت کی جائے اور اس طرح کی جائے جس طرح اس مثالی انسان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے کی جسے اللہ نے رسالت کے لئے چنا۔ آج بہت سے عشقِ رسول کے دعویداروں نے ایسی تحریریں سپردِ قلم کر رکھی ہیں۔ جن میں بظاہر عشق رسول کے جذبات ابھار کر محمد کریم ﷺ کی سب سے محبوب شئے توحید کی شدید مخالفت اور رسول اللہ کی انتہائی ناپسندیدہ شئے شرک کی وکالت کرتے ہوئے اسی کو اصل دین ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

پکار صرف اللہ لیے

توحید تو یہ ہے کہ دکھ درد میں دعائیں سننے اور قبول کرنے والا اللہ وحدہٗ لاشریک کو سمجھا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَا لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾(البقرہ ۲/۱۸۶)

''اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو) کہ میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِکُ بِهٖٓ اَحَدًا قُلْ اِنِّی لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾(الجن ۷۲/۲۰،۲۱)

''کہہ دو کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں اور کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا۔ یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔''

یہ بھی فرمایا:

﴿وَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ﴾ (الاعراف: ۷/۲۹)

''اور (اے لوگو) دین کو خالص اللہ کے لیے مانتے ہوئے اللہ ہی کو پکارو۔''

﴿اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً﴾(الاعراف: ۷/۵۵)

''(لوگو) اپنے رب سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔''

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾(الجن: ۷۲/۱۸)

''اور بے شک تمام مسجدیں اللہ (کی عبادت) کے لیے ہیں لہذا اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔''

ان آیات سے واضح ہے کہ پکار صرف اللہ کے لیے ہے۔ کیونکہ:

(۱) مخلوق کی ہر تکلیف کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ وہ تو دلوں کے راز تک جانتا ہے۔

(۲) مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان (رحمٰن اور رحیم) اللہ کی ذات ہے۔

(۳) مخلوق کی تکلیف دور کرنے پر اللہ ہی کی ذات قادر وقدیر ہے۔

(۴) اور وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

پھر اس علیم، رحیم اور قدیر ذات کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے پکارا جا سکتا ہے؟

اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ﴾ (الانفال: ۸/۱۰)

''اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔''

مشرکین کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ (الاعراف: ۷/۱۹۷)

''اور جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔''

مشرکین مکہ کا شرک اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ

اِلَى الْبَرِّ اِذَاهُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾(العنکبوت:۶۵/۲۹)

''پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔''

افسوس آج کلمہ گو مسلمان سمندر میں بھی یا علی مدد اور یا غوث اعظم مدد کے نعرے لگاتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی دعائیں

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ براہ راست اللہ ہی کو پکارتے رہے۔قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی دعائیں موجود ہیں۔ان میں کسی ایک نے بھی کبھی غیر اللہ کو نہیں پکارا گیا ہے۔

آدم علیہ السلام کی دعا

﴿رَبَّنَاظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَاوَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَاوَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾(الاعراف:۲۳/۷)

''اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پرظلم کیا اگر تو نے نہ بخشا اور رحم نہ کیا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

نوح علیہ السلام کی دعا:

﴿رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾(المؤمنون:۳۹/۲۳)

''اے میرے رب انہوں نے مجھے جھٹلایا پس میری مدد کر۔''

رسول اکرم ﷺ کی دعا:

﴿ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً﴾(طٰہ:۲۰/۱۱۴)

''میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔''

اصحاب کھف کی دعا:

﴿رَبَّنَـــآاٰتِنَــامِــنْ لَّــدُنْکَ رَحْـمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَـا مِنْ اَمْـرِنَـا رَشَدًا﴾(الکھف:۱۸/۱۰)

''اے ہمارے رب ہم پر اپنے پاس سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام کی درستگی فرما۔''

اعراف والوں کی دعا:

﴿رَبَّنَالَا تَجْعَلْنَامَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾(الاعراف:۷/۴۷)

''اے ہمارے رب ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل نہ کرنا۔''

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اولیاء اللہ نے جب بھی دعا کی براہ راست اللہ تعالیٰ سے کی۔ ہمیں انہیں کے راستے پر چل کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مشکل کشا اور حاجت روا ماننا چاہیے اور صرف اسے پکارنا چاہیے۔

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام:۶/۹۱)

''یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی پس ان کی سیرت کی پیروی کرو۔''

پکارنا عبادت ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(اِنَّ الدُّعَآءَ هُوَ الْعِبَادَةُ)

''بے شک دعا ہی عبادت ہے۔'' (ابو دائود' ترمذی: کتاب الدعوات باب الدعا مخ العبادہ ح ۳۳۷۲) '' ترمذی اور ابن حبان نے صحیح کہا۔

جب پکارنا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ ہی کی کی جاتی ہے۔تو پھر کسی غیر کو پکارنا اس کی عبادت کرنا یعنی اسے معبود بنانا ہے جو شرک ہے اور نا قابل معافی جرم ہے۔

یہاں پکارنے سے مراد اللہ سے دعا کرنا ہے جس طرح انبیاء واولیاء نے دعائیں کیں جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی عبادت افضل ہے فرمایا انسان کا اپنے لیے دعا کرنا افضل عبادت ہے۔

(ادب المفرد للبخاری)

افضل عبادت میں کسی کو شریک کرنا کیسے جائز ہے؟

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا رَأَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَ هُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ﴾ (النحل:۱۶/۸۶)

''اور جب شرک کرنے والے اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب یہی ہمارے وہ شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔

غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾(المؤمنون:۲۳/۱۱۷)

''اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتا ہے۔اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے تحقیق کافر فلاح نہیں پاتے۔''

غیر اللہ کو پکارنے والے خود مرتے وقت اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے۔

﴿حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾(الاعراف:۷/۳۷)

''یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے جان لینے کو آئیں گے تو وہ کہیں گے وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے تھے۔وہ کہیں گے آج ہم سے گم ہو گئے اور اقرار کریں گے کہ بے شک وہ کافر تھے۔''

غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنا عذاب کا باعث ہے۔

فرمایا:

﴿فَلا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھاً اٰخَرَ فَتَکُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِیْنَ﴾(الشعراء : ۲۶/۲۱۳)

''اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو ورنہ تم عذاب دیے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔'' یہ بھی فرمایا:

﴿وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ. وَقِیْلَ لَھُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ. مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ھَلْ یَنْصُرُوْنَکُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ. فَکُبْکِبُوْا فِیْھَا ھُمْ وَالْغَاوُنَ﴾(الشعراء: ۲۶/۹۴'۹۱)

''اور جہنم گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی اور کہا جائے گا۔ وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں پس وہ معبود اور گمراہ دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے۔''

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ مشرکین اگرچہ اللہ کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں مگر وہ چونکہ شرک و مشرکین کے دشمن تھے اس لیے وہ ان کے معبود نہیں۔ ان کا معبود شیطان ہے جیسا کہ المائدہ: ۵/۱۱۶'۱۱۷ اور النساء: ۴/۱۱۷ میں ہے۔

یہ بھی فرمایا:

﴿وَلا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾(یونس: ۱۰/۱۰۶)

''اللہ کے سوا اس کو نہ پکارنا جو تجھے نہ نفع دیتا ہو نہ تیرا نقصان کر سکتا ہو۔ اگر تو نے ایسا کیا تو اسی وقت ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

غیراللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے

غیراللہ کو پکارنا شیطان کی عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسانوں سے فرمائے گا:

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾(یٰسٓ:۳۶/۶۰،۶۱)

”اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری ہی عبادت کرنا۔یہی سیدھی راہ ہے۔“

آج شیطان کو کوئی سجدہ اور رکوع نہیں کرتا۔کوئی شیطان کو نہیں پکارتا مگر چونکہ اللہ کے سوا کسی کو بھی پکارا جائے وہ شیطان ہی کی اطاعت ہے۔اور ایسی اطاعت ہی عبادت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا. اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا. يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا. يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

عَصِيًّا﴾(مریم: ۱۹/ ۴۱تا۴۴)

''اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو وہ سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا۔ ابا جان آپ کیوں اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ سنتا ہے' نہ دیکھتا ہے اور نہ کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔ اے ابا جان میرے پاس وہ علم آ گیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ میرے پیچھے چلئے۔ میں آپ کو سیدھی راہ پر لے چلوں گا۔ اے ابا جان شیطان کی عبادت نہ کریں شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔''

ان آیات سے ثابت ہوا کہ بتوں کی پوجا بھی دراصل شیطان ہی کی عبادت ہے۔ ان آیات پر بھی غور کیجئے:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ. قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾(السبا: ۳۴/ ۴۰'۴۱)

اور جس دن وہ ان سب کو اکٹھا کرے گا۔ پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ فرشتے کہیں گے آپ (ہر عیب سے) پاک ہیں۔ ان کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے۔ ان کی اکثریت ان ہی پر ایمان لاتی تھی۔

یاد رہے کہ ابلیس بھی جنات میں سے ہے۔

فرمایا:

﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾(الکھف:۱۸/۵۰)

''وہ (ابلیس) جنات میں سے تھا۔''

مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے اور ان کی عبادت کرتے تھے مگر فرشتے صاف انکار کردیں گے اور کہیں گے کہ یہ شیطان جنات کی عبادت کرتے تھے۔

بعض تعویذات پر یا جبرائیل' یا میکائل یا اسرافیل یا عزرائیل لکھا جاتا ہے۔ بعض چوروں کو پکڑنے کے لیے مٹی کا لوٹا لے کر اس پر یہ نام لکھتے ہیں اور پھر مشکوک لوگوں کے نام کاغذ پر لکھ کر اس میں ڈالتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ چور کے نام پر لوٹا گھومے گا۔ یہ سب شیطان کی عبادت ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰناً مَّرِيْدًا﴾(النساء:۴/۱۱۷)

''اور یہ لوگ شیطان سرکش کو ہی پکارتے ہیں۔''

غیراللہ کو پکارنا بے سود ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾(الرعد:۱۳/۱۴)

''(اللہ) کو پکارنا سودمند ہے۔ اور جو اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان کو

کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اس کی مثال پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی مانند ہے (جو چاہتا ہے کہ) پانی اس کے منہ میں آ جائے حالانکہ وہ نہیں آ سکتا اور کافروں کی پکار بے کار ہے۔"

معلوم ہوا اللہ کے سوا دوسروں کو پکارنا ایسا ہی ہے کہ آدمی کنویں کے پانی کو کہے کہ وہ اس کے منہ میں آ جائے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَايَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ. اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾ (الفاطر: ۳۵/۱۳،۱۴)

"اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم ان کو پکارو، تمہاری پکار نہ سنیں گے اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری درخواست قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔"

معلوم ہوا کہ غیراللہ کسی کو نفع دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ یہ بھی فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ. وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ (الاحقاف: ۴۶/۵،۶)

"اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو

قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکے اور وہ اس کے پکارنے ہی سے غافل ہیں اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ اس کے دشمن ہو جائیں گے اور اس کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ قیامت تک ان پکارنے والوں کو جواب نہیں دے سکتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین نیک لوگوں کو پکارتے تھے اسی لیے وہ ان کے دشمن ہوں گے۔

عشقِ رسول کے دعویداروں کے اقوال

اتنی صریح آیات کے باوجود ان نام نہاد عاشقان رسول نے لکھا۔

(۱) اولیاء سے مدد مانگنا اور انہیں پکارنا ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع (یعنی شرعاً جائز) وشیءِ مرغوب (پسندیدہ چیز) ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمنِ انصاف۔ (فتاویٰ رضویہ از احمد رضا بریلوی: ۳۰۰)

(۲) انبیاء و مرسلین، اولیاء، علماء صالحین سے ان کے وصل (فوت ہونے) کے بعد بھی استعانت (تعاون طلب کرنا) واستمداد (مدد طلب کرنا) جائز ہے۔ اولیاء بعد انتقال بھی دنیا میں تصرف (حالات کو پھیرتے) کرتے ہیں۔ (الامن والعلی از احمد رضا: ۱۰)

(۳) احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

''میں نے جب بھی مدد طلب کی یا غوث ہی کہا۔ ایک مرتبہ میں نے ایک دوسرے ولی (محبوب الٰہی) سے مدد مانگنی چاہی مگر میری زبان سے ان کا نام ہی نہ نکلا بلکہ

زبان سے یا غوث ہی نکلا۔ (ملفوظات احمد رضا بریلوی ص ۳۰۷)

(۴) جو شخص کسی نبی یا رسول یا کسی ولی سے وابستہ ہوگا تو اس کے پکارنے پر وہ حاضر ہوگا اور مشکلات میں اس کی دستگیری کرے گا۔ (فتاویٰ افریقہ از احمد رضا بریلوی ۱۳۵)

(۵) احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

جب تمہیں پریشانی کا سامنا ہو تو اہلِ قبور سے مدد مانگو (الامن و العلی ص ۴۶)

(۶) احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

''ہر چیز، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت دین میں، دنیا میں، آخرت میں، روزِ اول سے آج تک، آج سے ابد آباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضورِ اقدس سید عالم ﷺ کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ (فتاوی الرضویہ ج ۵۷۷)

(۷) مفتی احمد یار خان سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات نقل کرتے ہیں۔

''انبیاء وہ حضرات ہیں جن کو رب نے علوم اور معارف اس قدر دیئے ہیں جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان کی ارواح میں تصرف (ان کی حالت بدلنے کا اختیار) کر سکتے ہیں۔ اور ان کو اس قدر قدرت و قوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہر پر تصرف (ظاہری حالت بدلنے کا اختیار) کر سکتے ہیں۔ (جاء الحق ۱۹۶، ۱۹۷)

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں یہ نظریات صریحاً شرک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شرک کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ وہ دین جو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اس میں یہ نظریات نہیں ہیں اور نہ خیر القرون میں سے کسی سے یہ نظریات ثابت ہیں

بلکہ ائمہ اہلِ سنت نے شرک کو نواقض اسلام (اسلام سے خارج کردینے والا عمل) میں شمار کیا ہے۔ راستہ وہی حق ہے جو رسول اللہ ﷺ نے بتایا۔ اور صحابہ کرام نے سیکھا اور اس پر عمل کیا۔

فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(الحشر: ۵۹/۷)

''جو چیز تم کو رسول دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔''

یہ بھی فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه﴾ (النسا: ۴/۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْراً﴾

''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔'' (النساء: ۴/۱۱۵)

جو قرآنی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے سنتِ رسول اور سبیل المومنین ہٹ جائے اس کا نظریہ یقیناً گمراہی پر مبنی ہے۔

ان باطل عقائد کی وکالت کرنے والے مصنفین نے جو کچھ اپنے حق میں بیان کیا ہے علماء اہل سنت کی کتب میں کثرت سے اس کا ردّ موجود ہے جو لوگ انبیاء، ملائکہ، جنات اور اولیاء الغرض اللہ کے علاوہ مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی مافوق الاسباب طریقہ سے پکارتے ہیں ان کے بیان کو ''غلط فہمی'' کے عنوان سے اور اس کا جواب ''ازالہ'' کے عنوان سے ملاحظہ فرمایئے۔

غلط فہمی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (النحل ۱۶/ ۲۰، ۲۱)

''اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو نہیں بنا سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں۔ بے جان لاشیں ہیں، ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

اس آیت میں یدعون کا ترجمہ پکارنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے. یَدْعُوْنَ کا ترجمہ پکار نہیں بلکہ عبادت کرنا ہے۔ (ڈاکٹر مسعود عثمانی کی خرافات کا علمی محاسبہ ۲۷)

ازالہ

یَدْعُوْنَ کا ترجمہ پکارنا ہی ہے احمد رضا بریلوی ''المومن'' کی آیت نمبر ۶۰ کے ترجمہ میں یَدْعُوْن کا ترجمہ پکارنا ہی کرتے ہیں۔ خود صاحب کتاب ''علمی محاسبہ'' نے تفسیر کبیر کے حوالے سے صفحہ ۲۷ پر یدعون کا ترجمہ ''حاجتیں طلب کرنا'' کیا ہے۔ یہی اس

آیت کا اصل مفہوم ہے۔

دراصل کسی سے حاجتیں طلب کرنا ہی اس کی عبادت ہے۔ یہ بات قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے واضح ہے۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ (المومن: ۴۰/۶۰)

''اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے ازراہِ تکبر خودسری کرتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل کیے جائیں گے۔''

الفاظ کتنے واضح ہیں پہلے اللہ سے دعا کا ذکر ہے اور پھر عبادتِ الٰہی سے خودسری کا یعنی اللہ سے دعا اللہ کی عبادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا:

﴿الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَة﴾

''دعا ہی عبادت ہے۔''

(ترمذی' کتاب الدعوات باب الدعامخ العبادہ ح ۳۳۷۲. امام ترمذی نے حسن صحیح کہا)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو المومن آیت نمبر ۶۰ کی شرح میں ذکر کرتے ہیں' اور فرمایا کہ امام ابن حبان اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا۔

آیت کے ساتھ حدیث مبارکہ نے بھی وضاحت کردی کہ مافوق الاسباب کسی کو مشکل کشا سمجھ کر پکارنا اس کی عبادت ہے اس آیت پر بھی غور فرمایئے۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ (الاحقاف: ۴۶/۶،۵)

''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے کی خبر ہی نہ ہو اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے۔ تو وہ (بزرگ جنہیں پکارا گیا تھا) ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کردیں گے۔''

غور فرمایئے کہ بزرگ جس چیز کو عبادت گردانتے ہوئے اپنی عبادت کرنے والوں کے دشمن ہورہے ہیں وہ غیر اللہ کی پکار ہی تو ہے۔

غلط فہمی

انبیاء کرام اور اولیاء عظام من دون اللہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ من دون اللہ میں صرف بت داخل ہیں۔

ازالہ

مشرکین بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ یہ بت یونہی گھڑی ہوئی صورتیں نہ تھیں اور نہ ہی کوئی وہمی چیز کی تمثیل نہیں تھے۔ بلکہ ہمیشہ قوم کے دل میں انتہائی محبت اور عظمت پا جانے والی جانی پہچانی شخصیات کی شکلیں (تماثیل) تھیں۔

نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی تو قوم نے کہا:

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ (نوح ۷۱/۲۳)

''اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ود' سواع' یغوث' یعوق اور نسر کو۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قوم نوح کے نیک مردوں کے نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں خیال ڈالا کہ جن مقامات پر یہ اولیاء اللہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے بت بنا کر کھڑے کر دو (تا کہ ان کی یاد تازہ رہے)۔ وہ ان کو پوجتے نہ تھے۔ جب یہ یادگار بنانے والے فوت ہو گئے تو بعد والوں نے ان بزرگوں کے بتوں کی عبادت شروع کر دی۔

(بخاری' کتاب التفسیر سورہ نوح ح ۴۹۲۰)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ لات ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لئے ستو گھولتا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

ان حوالوں سے بات واضح ہے کہ یہ بت بھی صالحین ہی کے تھے اور مشرکین بتوں کے رنگ میں صالحین کی بندگی ہی کرتے تھے عجیب بات ہے کہ لوگ جذبات میں آ کر واقعاتی چیزوں کو بھی محسوس کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ عیسائی عیسی علیہ السلام اور مریم علیھا السلام کے بت اور تصاویر بنا کر ان کی بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ کیا وہ ہر بت اور تصویر کو پوجیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ اس کو جس میں ان کے نزدیک عیسی علیہ السلام کا بت اور تصویر ہونے کی واضح علامت موجود ہو۔ اور وہ ان کی توجہ ان کے معبود کی طرف مبذول کرا رہا ہو۔

اسی لئے اللہ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (الاعراف: ۷/۱۹۴)

''بے شک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں ان کو پکار کر دیکھو اگر تم سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔''

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ مریم علیہا السلام کو من دون اللہ میں شامل کیا۔

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ﴾(المائدہ: ۵/۱۱۶)

''اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰؑ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود بنالو۔ وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔''

جب عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام من دون اللہ میں داخل ہیں تو یہ دعویٰ غلط ہوا کہ انبیاء و اولیاء من دون اللہ نہیں بلکہ من دون اللہ میں شامل صرف بت ہیں۔

مزید دیکھئے اللہ کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے علماء اور درویشیوں کو اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو من دون اللہ میں شامل کیا ہے۔

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ: ۹/۳۱)

''انہوں نے اپنے علما' مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔''

جب علماء' درویش اور عیسیٰ علیہ السلام من دون اللہ میں داخل ہیں تو من دون اللہ سے صرف بت مراد نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر وہ مخلوق جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔خواہ وہ اس فعل قبیح سے ہرگز ہرگز بری ہو جیسے انبیاء ملائکہ اور صالحین جیسی مقتدر ہستیاں بھی من دون اللہ میں شامل ہیں۔

ان جلیل القدر ہستیوں نے خصوصاً انبیاء علیہم السلام نے تو اپنی تمام توانائیاں ایک بات کو سمجھانے اور منوانے میں کھپا دیں کہ اللہ ایک ہے اور عبادت کا حق صرف اسی کو پہنچتا ہے۔

غلط فہمی

یہ حقیقت ہے کہ من دون اللہ اصولی طور پر وہ ہوتے ہیں جو سراسر باطل ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا۔

﴿وَاَنَّ مَايَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ﴾ (الحج: ۲۲/۶۲)

''اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔''

ازالہ

اس آیت میں بطلان جس بات کا ہو رہا ہے وہ صفت الوہیت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نفع ونقصان پہنچانے والا نہیں ہے۔ چاہے وہ انبیاء واولیاء ہی کیوں نہ ہوں یہی بات اللہ تعالیٰ نے یوں بھی بیان فرمائی۔

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّوْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ. وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۝ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (آلِ عمران :۳/ ۸۰،۷۹)

''کسی آدمی کو لائق نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (وہ کہے گا) تم ربانی بن جاؤ کیونکہ تم کتاب پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو! اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو بھلا جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو کیا اسے لائق ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے۔''

بات واضح ہے کہ اللہ کے علاوہ نبیوں کے بندے بننا اور نبیوں کو رب بنانا باطل ہے۔

نہ کہ معاذ اللہ انبیاء ملائکہ اور صالحین باطل بندے ہیں۔ ایسے قول کے تصور سے بھی ایک مسلم کانپ اٹھتا ہے۔

غلط فہمی

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو بڑی شان عطا فرمائی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مٹی کے پرندے کو پھونک مار کر پرندہ بنا لیتے تھے۔ مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دیتے تھے۔ اور مردوں کو اللہ کے اذن سے زندہ کرتے تھے۔ یوسف علیہ السلام کے کرتے سے یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں روشن ہوگئیں رسول اللہ ﷺ کی دعا سے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ کی کھجوروں میں اضافہ ہوا۔ ایک صاع جو صحابہ کی کثیر جماعت کے لئے کافی ہوگیا۔ آپ ﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ آپ کے ہاتھ کی برکت سے ٹوٹی ہوئی پنڈلی ٹھیک ہوئی لہذا رسول اللہ ﷺ کو امداد کے لئے پکارا جا سکتا ہے۔

ازالہ

اہل سنت انبیاء علیہم اسلام کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات کے قائل ہیں۔

لیکن یاد رکھیئے معجزات وکرامات اس بات کا ثبوت تو ضرور ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدت کاملہ کے سامنے کوئی امر بھی محال نہیں ہے مگر ان سے قانون اخذ کرنا باطل ہے۔ بلکہ یہ ہے ہی عام قانون میں محال شئے کا وجود پذیر ہونا۔

معراج رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے۔ معراج پر آپ انبیاء علیہم السلام سے مسجدِ اقصیٰ میں ملے۔ پھر آسمانوں پر ملے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف بھیج کر پچاس نمازوں سے تخفیف کروا کر پانچ نمازیں مقرر کروائیں آپ نے جنت میں بلال

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جوتیوں سمیت چلتے ہوئے دیکھا۔ یہ سب معجزات ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہیں۔ ستم یہ ہے کہ معجزات و کرامات کو قانون بنالیا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے مکالمات کو بنیاد بنا کر یہ قانون ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ مردے زندوں کی مدد کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام کا مسجد اقصیٰ میں رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرنے کے معجزہ کو انبیاء کرام کی دنیاوی حیات پر دلیل بنایا جاتا ہے۔ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کی قبر میں نماز پڑھنے سے یہ قانون اخذ کیا جاتا ہے کہ نبی قبروں میں زندہ ہیں معجزات چونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہیں۔ لہذا وہ قانون نہیں بن سکتے۔

معجزہ دکھانا صرف اللہ کے اختیار میں ہے رسولوں کے اختیار میں نہیں' یہ تو صرف ان کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (الرعد: ۱۳/۳۸)

''اور کسی رسول کے اختیار میں یہ نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔''

رسول اللہ ﷺ سے کفار نے کچھ معجزات دکھانے کا مطالبہ کیا۔

﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا. اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا. اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا. اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ (بنی اسرائیل ۱۷/۹۳تا۹۰)

''اور کہنے لگے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ آپ

(۱) ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کردیں۔

(۲) یا آپ کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو جس کے اندر آپ نہریں بہا دیں۔

(۳) یا جیسا کہ آپ کہتے ہیں آسمان کے ٹکڑے لا گرائیں۔

(۴) یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔

(۵) یا آپ کا مکان سونے کا بن جائے۔

(۶) یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک آپ ہمارے لئے کتاب نہ لائیں جسے ہم پڑھ بھی لیں۔

(اے رسول) آپ کہہ دیجیے کہ میرا رب پاک ہے (یہ سب کام کرسکتا ہے) میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔''

ان آیات سے واضح ہے کہ معجزات دکھانا بشر اور رسول کے اختیار میں نہیں۔ اس کی واضح مثال موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنْ اَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ کَاَنَّھَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ یٰمُوْسٰٓی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ﴾ (القصص ۲۸/ ۳۱)

''اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو۔ جب (موسیٰ نے لاٹھی کو) دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا سانپ ہو تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اے موسیٰ آگے آؤ اور

ڈرو مت تم امن پانے والوں میں سے ہو۔"

موسیٰ علیہ السلام کا لاٹھی کے سانپ بننے پر ڈر محسوس کرنا واضح کرتا ہے کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے اختیار میں نہیں ہیں۔ پھر کرامات اولیاء اللہ کے اختیار میں کیسے ہو سکتی ہیں۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ معجزات اللہ کی قدرت کا اظہار ہیں۔ قانون نہیں بن سکتے یقیناً کسی کنواری کے بن بیاہے بچہ پیدا نہ ہوگا اور نہ ہی کسی غیر شادی شدہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کی شکل میں مریم کے واقعہ سے دلیل پکڑنے کی اجازت ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزہ ہے قانون نہیں۔

یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مردوں سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کی تعلیم نہیں دی بلکہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے اعلان کروایا۔

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾ (الانعام ۶/۵۰)

"کہہ دو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ (یونس ۱۰/۴۹)

"کہہ دو میں تو اپنے لئے نفع و نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جتنا اللہ چاہے۔"

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ (الجن: ۷۲/۲۱)

"کہہ دو کہ میں تمہارے لئے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔"

جب افضل البشر اور امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ اپنے لئے اور دوسروں کے لیے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے تو پھر اللہ قادرِ مطلق کے علاوہ کسی اور کو امداد کے لئے کیسے پکارا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا کہ بار بار پانی میں' کھانے میں اور پھلوں میں غیر معمولی برکت ہوئی ہے مگر قانون یہ ہے کہ فاقے سے آپ کے پیٹ پر پتھر بندھے بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سارا دن صرف ایک کھجور پر گزارا کرتے رہے۔

معجزہ یہ ہے کہ شبِ معراج میں ایک ہی رات میں آپ نے مکہ سے بیت المقدس پھر ساتوں آسمانوں جنت کی سیر اور جہنم کی ہولناکیوں کا نظارہ کیا اور دوسری طرف قانون یہ ہے کہ ہجرت کے سفر میں ۳ دن ایک غار میں چھپنا پڑا۔ جنگ تبوک کے سفر میں گرمی کا موسم' گرم زمین' سواریوں کی کمی اور سفر کی مشکلات خود رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے برداشت کیں۔

یہی وجہ ہے معجزات کی بنیاد پر کسی صحابی نے ابنیاء اور واولیاء کو مشکلات میں امداد کے لئے نہیں پکارا۔ کیونکہ نبی رحمت ﷺ نے انہیں ایسا کرنے کی تعلیم نہیں دی تھی بلکہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

﴿اِذَاسَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَااسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ﴾

جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ

(ترمذی 'احمد' المستدرک للحاکم)

غلط فہمی

غضب خدا کا کہ ایک عام آدمی اور اللہ کے نبی دونوں کو ایک مقام پر لا کھڑا کرنا کس قدر ستم ظریفی ہے۔ اگر میں کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ اگر میں کسی کی حاجت روائی نہیں کر سکتا تو کیا یہ لازم ہے کہ کوئی دوسرا بھی اسی طرح کا ہوگا؟ ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بڑے مقامات عطا فرمائے ہیں۔ (ڈاکٹر عثمانی کا علمی محاسبہ ۴۰)

ازالہ

یہ افتراء ہے کہ اہلِ توحید عام آدمی اور اللہ کے رسول ﷺ کو ایک مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے دنیا میں' میدانِ حشر میں اور روزِ قیامت جو مقام دیا وہ اللہ کی سادی مخلوق میں سے صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾

''اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔''

اللہ نے دنیا میں آپ کا ذکر بلند کیا۔ قیامت تک کے لئے آپ کو رسول بنا کر آپ کا ذکر بلند کیا۔ میدانِ حشر میں تمام انبیاء علیہم السلام شفاعت کرنے سے انکار کر دیں گے۔ صرف آپ ﷺ کو یہ سعادت نصیب ہوگی کہ آپ سجدہ میں گر جائیں گے۔ اللہ فرمائے گا محمد اپنا سر اٹھاؤ' مانگو دیا جائے' کہو سنا جائے گا' شفاعت کرو شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر رحمٰن آپ کے لئے سفارش کرنے میں حد مقرر فرما دے گا۔

آپ کا ذکر حشر کے میدان میں بھی بلند ہوگا۔ آپ حوضِ کوثر پر اپنے امتیوں کو پانی

پلائیں گے۔ جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ ﷺ کھلوائیں گے۔ آپ کے امتی اہلِ جنت کا نصف ہونگے غرض ہر جگہ آپ کا نام بلند ہوگا۔

آپ امام الانبیاء ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کی حمد کا جھنڈا آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔ آدم علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ اللہ کی صفات میں شریک ہیں۔ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں کو اولاد دینا' مقدمات سے بری کرنا' بیماری سے صحت دینا اور دیگر مصائب میں حاجت روائی آپ کی ذمہ داری ہے جو شخص اغثنی یا رسول اللہ کہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ آپ کو کائنات میں تصرف (حالات کو بدلنے) کا اختیار ہے اور اللہ تعالیٰ بھی آپ کی رضا کا پابند ہے۔ کیا اس نے اس آیت پر غور نہیں کیا۔

﴿يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبہ: ۹/۹۶)

''یہ تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو بے شک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔

اور یہ بھی فرمایا۔

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۹/۸۰)

''اے نبی! تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اگر تم ستر بار بھی ان کے لئے معافی کی

دعا کرو گے اللہ تو انہیں ہر گز نہیں بخشے گا۔

جب رسول اللہ ﷺ کی دعا اور درخواست تک کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ حال ہو تو پھر اور کون ہے جس سے ہم مدد طلب کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا کہا ٹال نہیں سکتا۔

اگر انبیاء اور صلحاء کی ارواح سے مدد طلب کرنا جائز ہوتا تو قرآن مجید میں کوئی ایک آیت تو اس کے جواز میں نازل ہوتی۔ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی دعائیں موجود ہیں۔ کسی نبی نے گزرے ہوئے نبی یا رسول کو مصیبت کے وقت نہیں پکارا بلکہ اللہ ہی کو پکارا کیونکہ اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المومن: ۴۰/۱۴)

”پس اللہ کو پکارو اس کے لئے دین کو خالص کر کے چاہے کفار برا کیوں نہ مانیں۔“

غلط فہمی

جبرئیل علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے کہا۔

﴿اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا﴾ (مریم: ۱۹)

”میں اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔“

معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں۔

ازالہ

اس آیت میں عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ یہ معجزہ ہے۔ پوری انسانی تاریخ کا فقط ایک ہی واقعہ ہے۔ اس معجزہ کو قانون بنا کر یہ کہنا کہ جبرئیل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں' سخت گمراہی ہے۔ کیا آج کوئی کنواری لڑکی یہ کہہ سکتی ہے کہ اے جبرئیل مجھے بیٹا دے۔

سب جانتے ہیں کہ ملک الموت روح قبض کرتے ہیں کیا ائمہ اہل سنت نے ملک الموت کو پکارنے کی تعلیم دی کہ اے ملک الموت میں نے مرنے والے سے چند اہم باتیں کرنی ہیں یا اس مرنے والے کے ذمہ بہت سے معاملات ہیں اس کو ذرا مہلت دے تاکہ اپنے کام کو پورا کر سکے۔

اسی طرح لیلۃ القدر میں روح الامین اور فرشتے رحمتیں اور برکتیں لے کر نازل ہوتے ہیں کیا کسی نے ان کو پکارا کہ تھوڑی سی رحمت اور برکت ہمیں دے جا۔ کوئی ان فرشتوں کو نہیں پکارتا کیونکہ سب جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ فوت شدہ انبیاء واولیاء سے امداد کی دلیل کیسے بن سکتا ہے؟

غلط فہمی

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا'' کچھ

مانگ" انہوں نے عرض کیا۔ جنت میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں ۔آپ نے فرمایا کچھ اور انہوں نے کہا پس صرف یہی ۔(مسلم)

معلوم ہوا کہ سارا معاملہ حضور ہی کے ہاتھ کریمانہ میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔

ازالہ

حدیث مبارکہ کے آخری حصہ پر غور کیجئے۔

آپ نے فرمایا۔

﴿فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود﴾(مسلم)

"پس تم کثرتِ نوافل سے اپنے مقصد کے حصول کے لیے میری مدد کرو۔"

اگر جنت آپ ﷺ کے اختیار میں ہوتی تو آپ سیدنا ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کثرت سے نوافل پڑھنے کا حکم کیوں دیتے؟

معلوم ہوا معاملہ وہی ہے جو ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا۔

﴿اَخبِرُنِی بِعَمَلِ اَعمله یدخلنی الله به الجنة﴾

مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے

آپ ﷺ نے فرمایا۔

﴿علیک بکثرۃ السجود﴾

''تم بکثرت سجدے کرو''

ایک اعرابی نے بھی رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جسے کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں آپ نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز قائم کرو' زکوۃ ادا کرو' اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو۔ (صحیح بخاری)

سیدنا ربیعہ رضی اللہ تعالی عنہ کا مقصد واضح ہے کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے جنت میں آپ کا ساتھ نصیب ہو جائے یا میرے لیے دعا فرمائیے کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ اگر جنت آپ کے اختیار میں ہوتی تو آپ فرماتے جا میں نے تجھے جنت دے دی۔ آپ نے کیوں فرمایا کہ کثرتِ نوافل سے میری مدد کرو۔

غلط فہمی

مشرکین کا عقیدہ تھا کہ اللہ نے ان کے معبودوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کو الوہیت دے دی اب اللہ تعالیٰ کوئی کام نہ کرے اور یہ کرنا چاہیں تو یہ کر سکتے ہیں۔

(توحید اور شرک ۷ از سعید کاظمی)

ازالہ

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو الہ حقیقی مانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اصل اختیارات اللہ کی پاس ہیں فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. سَيَقُولُونَ لِلَّهِ﴾ (المومنون ۲۳/ ۸۸، ۸۹)

''کہہ دیجئے کس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ بتاؤ اگر تم جانتے ہو وہ ضرور کہیں گے کہ یہ شان اللہ ہی کی ہے۔

معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بھی اپنے معبودوں کی طاقت کو عطاء سمجھتے تھے اور وہ اپنے معبودوں کو اللہ کی بارگاہ میں اپنا سفارشی سمجھتے تھے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُ نَا عِنْدَاللّٰهِ﴾ (یونس: ۱۸)

''اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّ بُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر: ۳/۳۹)

''اور ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔''

یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ سخت مصیبت میں صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے۔

﴿قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ. قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (الانعام: ۶/ ۶۳،۶۴)

''کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو تمہیں جنگل اور دریا کی آفتوں سے نجات دیتا ہے جب تم گڑگڑا کر اور آہستہ آہستہ پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے تم کہہ دو کہ وہ تمہیں اس سے اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے

پھر تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔''

بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے مشرکین کہا کرتے تھے۔

﴿لبیک اللهم لبیک، لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکه وماملک﴾

''میں حاضر ہوں اے اللہ، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرا ہے، تو اس شریک کا اور جو اس کے اختیار میں ہے اس کا بھی مالک ہے۔''

ان آیات سے مشرکین مکہ کے نظریات واضح ہیں کہ وہ اصل قدرت اور طاقت اللہ ہی کی مانتے تھے سخت مصیبت میں اسی کو پکارتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اللہ کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اپنے معبودوں کو صرف سفارشی جانتے تھے۔ اور آج کے کلمہ گو بھی انبیاء واولیاء کے بارے میں یہی نظریات رکھتے ہیں۔

غلط فہمی

رب العالمین فرماتا ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَا سْتَغْفَرُ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْمًا﴾ (نسا: ۴/۶۴)

''جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔''

معلوم ہوا ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو کر شفاعت طلب کرے۔

ازالہ

جَآؤُکَ سے آپ کے پاس آنا مراد ہے قبر نبوی مراد نہیں ہے۔ دیکھئے مندرجہ ذیل آیت میں بھی جاء وک آیا ہے۔

﴿وَاِذَا جَآءُ وْکَ حَیَّوْکَ بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ﴾ (المجادله:۵۸/۸)

''اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ان لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا۔

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک بدترین خصلت یہ تھی کہ سلام کے الفاظ کو بدل دیتے تھے ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کو سام علیک یا ابوالقاسم کہا سام کے معنی موت کے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نہ رہا گیا اور کہنے لگیں وعلیکم السام آپ نے فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ برے الفاظ اور سخت کلامی کو ناپسند فرماتا ہے۔ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نہیں سنا انہوں نے آپ کو سلام نہیں کہا بلکہ سام کہا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے نہیں سنا میں نے کہا وعلیکم۔

(ابن کثیر سورہ مجادلہ)

معلوم ہوا دونوں آیات میں مراد آپ کی زندگی ہے۔ یہ آیات قبرِ نبوی پر آ کر مانگنے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُ وْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (المنافقون:۶۳/۵)

''اور جب ان (منافقین) سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے مغفرت مانگیں تو یہ (نفی میں) سر ہلا دیتے ہیں اور تم ان کو دیکھو کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آیت سے بالکل واضح ہے کہ یہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا واقعہ ہے کہ آپ کی دعائے مغفرت گناہوں کی معافی کا باعث ہے اور جن خوش نصیبوں نے آپ کی خدمت میں آ کر اپنے گناہوں سے توبہ کی تو وہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا انعام پا گئے۔

آپ کی وفات کے بعد صحابہ رضوان اللہ اجمعین پر تابعین اور محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی ایک نے بھی آپ ﷺ کی قبر پر آ کر آپ ﷺ سے سفارش کی درخواست نہیں کی بلکہ انہوں نے براہِ راست اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کی فوت شدہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر ان سے دعائیں کروانے کا ثبوت احادیث صحیحہ' صحابہ رضوان اللہ اجمعین' تابعین اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم سے نہیں ملتا۔

غلط فہمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (البقرۃ:۲/۴۵)

''مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ''

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔ اور نماز و صبر بھی تو غیر اللہ ہیں۔ (جاء الحق: ۱۹۴)

ازالہ

کبھی کسی نے سنا کہ کوئی شخص صبر یا نماز کو پکار رہا ہو۔ اے صبر' اے نماز میری مدد کرو۔ ایسا کہنے والا احمق ہے اس آیت کا سیدھا اور صاف مفہوم ہے کہ صبر اختیار کرو اور نماز پڑھو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ جس سے مشکلات دور ہونگیں گویا کہ صبر و صلاۃ نیک اعمال میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا انتہائی موثر ذریعہ اور وسلیہ ہیں۔

غلط فہمی

میرے آقا نے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے میں بانٹتا ہوں۔''

اسکی عطا بھی عام ہے میری تقسیم بھی عام ہے۔ وہ دنیا بھی دیتا ہے میں دنیا بھی بانٹتا ہوں وہ دین بھی دیتا ہے میں دین بھی تقسیم کرتا ہوں۔ علم' اولاد' ایمان غرض یہ کہ دین و دنیا کی ہر نعمت وہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ (خطباتِ کاظمی ۹۲)

ازالہ

حدیث کی ابتدائی عبارت کیوں حذف کی جاتی ہے حدیث یہ ہے

﴿مَنْ يُّرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَااَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ

مُعْطِیْ﴾ (طبرانی)

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ دینے والا ہے۔''

حدیث کے الفاظ اور عبارت کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ یہاں عطاً سے مال و دولت مراد نہیں بلکہ تفقہ فی الدین مراد ہے۔ وہ فہم مراد ہے جو کتاب وسنت کے معانی و مفہوم کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور آج وہ احادیث کی کتب میں محفوظ ہے کوئی شخص بھی نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات سے بے نیاز ہو کر دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعاً مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ﴾ (الانفال: ۸/۶۳)

''اگر آپ زمین کے تمام خزانے بھی خرچ کر دیتے تو بھی ان صحابہ کے دلوں میں الفت نہ ڈال سکتے تھے۔ ان کے دلوں کو بھی اللہ ہی نے جوڑا ہے۔

قرآنِ حکیم کی ان محکم آیات کے بعد کیا دلیل ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو کائنات میں متصرف (حالات بدلنے والا) سمجھیں۔ ماننا پڑے گا کہ قدرت و اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اوس و خزرج کی دیرینہ عداوتوں کا خاتمہ اللہ ہی نے کیا ہے۔

پھر یہ حدیث قرآن کی اس آیت ہی کے مفہوم میں ہے جس میں مالک فرماتا

ہے:

﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ﴾(۱۲۵/۶)

''پس جس کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے تو اس کے سینہ کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کے سینہ کو بہت تنگ کردیتا ہے گویا کہ وہ زور سے آسمان پر چڑھتا ہے۔''

غلط فہمی

میرے آقا نے فرمایا:

﴿اعطیت مفاتیح خزائن الارض﴾ (بخاری و مسلم)

''اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں مجھے عطا فرمادیں۔''

کنجی کے معنی اختیار کے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام اختیارات اپنے حبیب کو عطا فرمادیئے حضور جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔

ازالہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ﴾(الانعام:۶/۵۰)

''اے نبی تم کہہ دو کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔''

آیت میں اللہ کے دیئے گئے خزانوں کی نفی ہے جس سے ذاتی اور عطائی کی

تاویل کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔ یہ ناممکن ہے کہ قرآن جس کی نفی کرے حدیث میں اس کا ثبوت ہو۔

اس حدیث سے مراد فتوحات مصروشام وغیرہ ہیں ۔اورخزانوں سے مراد مال ودولت ہے جیسا کہ حدیث کے آخری ٹکڑے میں آیا ہے کہ ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔

﴿وَقَدْذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنْتُمْ﴾

''اوررسول اللہ ﷺ چلے گئے ہیں اورتم انہیں (یعنی خزانوں کو) اکٹھا کررہے ہو۔'' (صحیح بخاری کتاب الجهاد باب قول النبی نصرت بالرعب مسيرة شهر .ح.٢٩٧٧)

اوراس مفہوم کوواضح طور پر سورت یوسف میں دیکھا جاسکتا ہے جب اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام اِجْعَلْنِیْ عَلیٰ خَزَآئِنِ الْاَرْض کہتے ہیں تواس کے بدل میں کونسے خزانے ہیں جن پر یوسف علیہ السلام عزیز مصر کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوئے یہاں ابہام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

غلط فہمی

حصن حصین میں ہے کہ جب مدد لینا چاہوتو کہہ دویاعباداللہ اعینونی اے اللہ کے بندومیری مدد کرو۔

ملاعلی قاری لکھتے ہیں کہ عباداللہ سے مرادفرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال ہیں یہ حدیث حسن ہے مسافروں کواس حدیث کی سخت ضرورت ہے اور یہ عمل

مجرب ہے۔ (جاء الحق ۱۹۸)

ازالہ

(۱) یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اس میں عتبہ بن غزوان مجہول راوی ہے۔

(۲) ایک راوی ابن حسان کو محدثین نے منکر الحدیث کہا ہے۔لہذا یہ سند ضعیف ومردود ہے۔اس سے استدلال جائز نہیں۔علاوہ ازیں اس میں بھی فوت شدہ انبیاء واولیاء کو پکارنے کی کوئی دلیل نہیں۔

غلط فہمی

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِیْنَ﴾

''ہم نے آپ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔''

ازالہ

پھر آپ کو مصائب میں کیوں پکارا جائے۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں۔

﴿وأولی القولین فی ذالک بالصواب القول الذی روی عن ابن عباس وهو ان الله ارسل بنیه محمد ﷺ رحمةً الجمیع العالم مؤمنهم و کافرهم فاما مؤمنهم فان الله هداه به و ادخله بالا یمان به و العمل یما جاء من عندالله الجنة واما کافر هم فانه دفع به عنه عاجل البلاء الذی کان

ینزل بالا مم المکذبه رسلهَا من قبل (جامع البیان فی تفسیر القرآن ص ۸۳ شائع کردہ دارالمعرفه للطباعة وانشربیروت البنان)

اوران دونوں باتوں میں سے (کہ محمد ﷺ صرف مومنین کے لئے رحمت ہیں یا کافرومومن سب کے لئے) زیادہ صحیح بات ہے جو ابن عباس سے روایت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ یعنی مومنین کے لئے بھی اور کفار کے لئے بھی۔ پس مومنین کے لئے رحمت یہ ہے کہ انہیں آپ کے ذریعے ہدایت نصیب ہوئی اور وہ ایمان کے حامل بنے اور جو دین محمد لے کر آئے اس پر عمل کیا اس طرح اللہ نے انہیں جنت میں داخل کیا اور کفار کے لئے رحمت یہ ہیں کہ محمد ﷺ کی وجہ سے ان پر اچانک عذاب اللہ نے موقوف فرما دیا جو پہلی قوموں پر رسولوں کی تکذیب کے نتیجے میں ناگہانی طور پر نازل کیا جاتا تھا۔

رحمۃ اللعالمین کا یہ مفہوم قرآن میں ہے نہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سکھایا اور نہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ اہل سنت نے اس پر عمل کیا کہ آپ کو مشکل کشا جان کر اغثنی یا رسول اللہ کے نعرے لگائے جائیں۔

غلط فہمی

(۱) مدد مانگنے کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (المائدہ: ۵/ ۲)

''اور نیکی اور تعاون پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔''

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ناجائز کام کی تعلیم دے رہا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مدد کرنے کا حکم دیا۔

﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ (آل عمران: ۳/ ۸۱)

''تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بضرور اس کی مدد کرنا۔''

کیا اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مدد کا حکم دے کر شرک کی تعلیم دی۔

(۳) عیسیٰ علیہ السلام غیر اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔

﴿قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ﴾ (آلِ عمران: ۵۲)

''فرمایا کون اللہ کی طرف میرا مددگار ہے۔''

کیا عیسیٰ علیہ السلام پر شرک کا فتویٰ جاری ہوگا؟

ازالہ

دعا و پکار اور امداد جو ماتحت الاسباب ہو وہ بالاتفاق درست ہے۔ اوپر کی تمام آیات میں تحت الاسباب امداد کا ذکر ہے مخلوقات کا اپنی فطری قوت و اختیار کے دائرے میں رہ کر ایک دوسرے سے مدد لینا شرک و توحید کی بحث سے خارج ہے۔ مثلاً پاکستان میں بیٹھے ایک شخص کے پاس ٹیلیفون کا ذریعہ موجود ہے تو اس سے مدد چاہنا کہ مکہ میں میرے بیٹے سے فلاں نمبر پر معلوم کردو کہ کل وہ کس وقت پاکستان آ رہا ہے ہرگز ہرگز شرک نہیں ہے کیونکہ سبب (ذریعہ) موجود ہے۔ مومنین اپنی حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کے لئے آپس میں تحت الاسباب (اللہ کے دیئے اختیارات کے تحت) ایک دوسرے کی مدد

کرتے ہیں۔مشرکین مکہ کو مشرک اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ انبیاء و اولیاء' ملائکہ اور جنات کو ان معاملات میں پکارتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار نہیں دیا اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے کسی کو زندہ کرنے اور مارنے کا اختیار نہیں دیا بیماری سے شفا دینا اور رزق کی کشائش اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔کوئی کسی کی نہ تو تقدیر بدل سکتا ہے نہ ہی کسی کے دل کو بدل کر اس میں محبت یا نفرت کے جذبات پیدا کر سکتا ہے۔اس طرح فتح و شکست' ذلت و عزت' اطمینان اور بے اطمینانی پیدا کرنے کے اختیارات مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں۔اسی طرح کل کیا ہوگا۔بارش کب ہوگی کسی کو موت کب آئے گی ماں کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی یہ سب سوائے اللہ عالم الغیب کے کوئی نہیں جانتا ان علوم' قدرتوں اور صفات کو مافوق الاسباب کہا جاتا ہے۔لہذا مافوق الاسباب میں غیر اللہ کو امداد کے لئے پکارنا شرک ہے اور یہی مسئلہ یہاں زیر بحث ہے۔بزرگوں سے ان کی زندگی میں دعا کروانے والا موحد ہے بشرطیکہ ان کی دعا کو سبب اور ذریعہ سمجھے اور مشکل کشا اور حاجت روا صرف اور صرف اللہ کو جانے۔اور ان بزرگوں کے فوت ہونے کے بعد جب ان کے پاس اسباب نہیں رہے۔ اب ان کو ہر جگہ سے سننے والا اور مشکل دور کرنے والا سمجھ کر پکارنا شرک ہے۔

یہی وجہ ہے نابینا صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سفارش کرواتا ہے۔(ترمذی)

مگر یہ صرف آپ کی زندگی میں تھا۔آپ کی وفات کے بعد دورِ عمر میں قحط پڑا تو عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چچا سے دعا کروائی اور خود بھی رب کائنات سے عرض کیا

ہم نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے تو بارش برساتا تھا اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں اے اللہ بارش بھیج (بخاری)

اگر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان سے مدد مانگنا جائز ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم قبر نبوی پر حاضر ہو کر آپ سے مدد مانگتے۔

تحت الاسباب اور فوق الاسباب کا فرق سمجھنے والوں کے لئے اس آیت مبارکہ میں واضح دلیل موجود ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ. اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَآ﴾ (الاعراف: ۷/ ۱۹۴)

”(مشرکو) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں۔ اچھا تم ان کو پکارو اگر تم سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔ بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں۔

غلط فہمی

پیارے آقا ﷺ کی بابت قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے

﴿وَ مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (التوبہ: ۹/ ۷۴)

''یہ سب کچھ اس کا بدلہ تھا کہ اللہ اور رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

آیت کریمہ صاف صاف اعلان کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مصطفیٰ کریم کی عطا دونوں ایک ہیں۔ (علمی محاسبہ ۴۵)

ازالہ

آیت کا صاف' سیدھا اور واقعات کے مطابق مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے اور مالِ غنیمت کے حصول سے مومنین کے ساتھ ساتھ منافقین کی بھی مالی حالت درست ہوگئی۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک کے لئے آسودگی' فراغت اور مال و دولت اللہ کے رسول ﷺ عطا فرماتے ہیں۔

یہ لوگ نہ صرف یہ کہ ''توحید'' کے معاملہ میں راہ راست سے بھٹکے ہیں بلکہ آیات و احادیث سے ایسے نکتے نکالتے ہیں جن سے عبد اور معبود کے مابین فرق مشتبہ ہو جائے۔

جب اس آیت کا کسی صحابی امام یا مفسر نے یہ مفہوم نہیں لیا کہ غربت کی حالت میں اپنے گھروں میں بیٹھ کر پکار لگائی جائے کہ یا رسول اللہ ہماری محتاجی دور فرما کر ہمیں غنی کر دیجئے۔ پھر اس آیت سے ''یا علی مدد'' پر دلیل لینے کا کیا جواز ہے؟

غلط فہمی

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ اپنی کتاب مصنف اور امام بیہقی اپنی تصنیف ''دلائل النبوۃ'' میں سند صحیح کے ساتھ مالک الدار سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارکہ میں قحط پڑا۔ ایک شخص (بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) نے رسول

اللہ ﷺ کے مزار پاک پر آ کر عرض کی یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا طلب کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں رسول اللہ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر پاس جا کر اسے ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ لوگوں کو خبر دے کہ عنقریب انہیں سیراب کیا جائے گا۔"

ازالہ

اس اثر پر عصر حاضر کے محدث کبیر الشیخ ناصرالدین البانی ؒ نے اپنی کتاب التوسل انواعہ واحکامہ میں صفحہ نمبر ۱۱۷ میں سیر حاصل گفتگو کی ہے جس میں آپ نے اس واقعہ کو ضعیف قرار دیا ہے اس کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔

(۱) اس واقعہ کے اصل راوی مالک الدار ہیں ان کے حالات ان کا ثقہ اور عادل ہونا معلوم نہیں۔ وہ عدالت وضبط کے اعتبار سے غیر معروف ہیں اور کسی بھی روایت کے صحیح ہونے کے لیے راوی کا معروف ہونا بنیادی شرط ہے۔

(۲) اگر قصہ کو صحیح مان بھی لیا جائے پھر بھی یہ قصہ دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ مالک الدار کہتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا انہوں نے اس اعرابی کا نام نہیں لیا۔ لہذا وہ بھی مجہول ہے۔ سیف کی روایت میں اس کا نام بلال بتایا گیا ہے مگر اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ سیف ابن عمر التمیمی کے ضعف پر محدثین کرام متفق ہیں بلکہ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

غلط فہمی

طبرانی میں ہے ایک شخص عثمان بن حنیف کے پاس آیا اور کہا کہ عثمان بن عفانؓ خلیفہ المسلمین میری بات نہیں سنتے تو عثمان بن حنیف نے انہیں ایک دعا سکھائی جس میں ہے کہ اے محمد میں آپ کے ذریعہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

ازالہ

عثمان بن حنیف کا قصہ صحیح اسناد سے کتب احادیث میں موجود ہے کہ انہیں نبی رحمت ﷺ نے دو رکعت پڑھ کر دعا کرنے کا حکم دیا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے لئے دعا کی آپ ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرامؓ آپ کی دعا کے ذریعے اپنی تکالیف دور کروایا کرتے تھے لیکن وفات النبی ﷺ کے بعد کسی صحابی ' تابعی اور امام نے آپ کو نہیں پکارا کہ آپ انکی مشکلات حل کروائیں عثمان بن حنیف کے اس قصہ میں طبرانی کے اضافی قصے کو عصر حاضر کے محدث کبیر الشیخ ناصر الدین البانیؒ نے قصہ ضعیفہ منکرہ قرار دیا ہے۔

ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) اس قصہ کی روایت میں شعیب بن سعید المکی راوی ہیں۔ یہ ثقہ راوی ہیں۔ مگر حفظ میں ضعف ہے۔ جب وہ یونس سے روایت کرتے ہیں تو وہ قابل قبول ہے کیونکہ یونس بن یزید کی کتاب ان کے پاس تھی اور ان سے ان کا بیٹا روایت کرے تو اس روایت کو امام بخاریؒ بھی اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ جیسا کہ التقریب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یونس کے علاوہ کسی سے انکی کوئی روایت امام بخاری اپنی صحیح میں نہیں لائے اور نہ ہی وہ ابن وھب

سے ان کی کوئی روایت لائے ہیں۔ یہی بات ابن عدی سے امام ابن حاتم الجرح والتعدیل میں صفحہ نمبر ۳۵۹ پر بیان کرتے ہیں۔ لہذا طبرانی کی جوشبیب بن سعید سے عبداللہ بن مصعبر وایت کرتے ہیں ضعیف ہے۔ کیونکہ:

(۱) شعیب بن سعید راوی منفرد ہیں اور انکے حفظ میں کلام ہے خاصکر جب ان سے عبداللہ بن وھب روایت کرے تو وہ حجت نہیں۔

(۲) اس قصہ میں ثقات کی مخالفت ہے جنہوں نے اس قصہ کو روایت نہیں کیا۔ بلکہ مستدرک میں روحبن قاسم سے عمارہ البصری روایت کرتے ہیں اور اس قصہ کو بیان نہیں کرتے اسی طرح شعبہ اور حماد بن سلمۃ عن ابی جعفر الخطمی کی روایت میں بھی یہ قصہ موجود نہیں۔

اس حدیث کو ابن سنی نے عمل الیوم و اللیلۃ صفحہ نمبر ۲۰۲ میں حاکم نے ۵۳۴/۴ میں تین طریقوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ قصہ موجود نہیں۔ لہذا یہ قصہ منکرہ ہے۔

غلط فہمی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال: ۱۷/۸)

''(اے محمد) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے (کنکریاں) نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔'' اس آیت کا مفہوم کیا ہے؟

ازالہ

(۱) یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا۔ لیکن اِذْ رَمَيْتَ کہہ کر کنکریوں کو پھینکنے کا فعل نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا پھر نفی کر کے اپنی طرف اضافت کی۔ فعل ایک ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ سے پھینکی۔ جبکہ اس کا سبب اللہ تعالیٰ ہے جس نے ایسا کرنے کا حکم دیا اور پھر ان کنکریوں کو مشرکین تک پہنچا دینا اللہ ہی کا کام ہے۔ اللہ فرما رہا ہے کہ ہم نے تم میں یہ قوت پیدا کر دی تھی ورنہ تم اپنے کسب و اختیارات سے یہ کام نہ کر سکتے تھے یہ آیت تو توحید خالص کی ایک روشن دلیل ہے۔ اللہ نے بدر میں چاہا تو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے ریت کے ذرے پھینکوا دیئے جس نے کفارِ مکہ کو بدحواس اور پریشان کر دیا دوسری طرف احد میں اللہ نے نہ چاہا تو خود رسول اللہ ﷺ بھی زخمی ہو گئے اور ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

(۲) بدر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد قریشِ مکہ کے مقابلہ میں بہت کم تھی ساز و سامان اور اسلحہ کی قلت بھی مگر پھر بھی مسلمان اللہ کے فضل سے کفار پر غالب آئے یہ غیر معمولی واقعہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اپنا احسان جتلا رہے ہیں۔ یہاں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختیارات و قدرت کی نفی کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت اور قدرت کا اظہار فرمایا ہے۔

غلط فہمی

جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر

قدرت کے انوار بندے کی سمع' اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمع سے سنتا ہے۔ نورِ بصر سے دیکھتا ہے اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے جب قرآن سے ثابت ہے کہ درخت سے انی انا اللہ کی آواز آسکتی ہے تو عبد مقرب کے لئے یہ کیونکر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمع و بصر کا مظہر نہ ہو سکے۔ (توحید اور شرک از کاظمی)

ازالہ

علماء سلف نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ وہ مکمل طور پر اللہ کے ساتھ مشغول ہے۔ اس کا کان ادھر ہی متوجہ ہو جاتا ہے۔ جس طرف اللہ راضی ہوتا ہے اور اپنی آنکھ سے وہی کچھ دیکھتا ہے جس کا اللہ نے اسے حکم دے رکھا ہے وہ اپنا ہاتھ پاؤں اللہ کی رضا کے کام کی طرف بڑھاتا ہے۔ یعنی وہ شخص اس کو نہیں سنتا جس کے سننے کی شرع اجازت نہ دے۔ نہ ہی اسے دیکھتا ہے جسے دیکھنے سے شرع نے منع کیا ہے۔ خلاف شرع کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا اور نہ ہی اس کام کی طرف چلتا ہے جس کے کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔

فرقہ حلولیہ اور اتحادیہ کا یہ خیال کہ یہ کلام حقیقت پر ہے اور اللہ تعالیٰ عین عبد بن جاتا ہے یا اس میں حلول کر چکا ہے عین گمراہی اور کفر ہے۔ حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اگر اس نے مجھ سے سوال کیا تو میں اس کا سوال پورا کروں گا۔ اگر پناہ طلب کرے تو پناہ دوں گا۔ یہ الفاظ دلیل ہیں کہ اللہ اور بندہ الگ الگ ہیں۔ اللہ انسان میں حلول نہیں کرتا۔ اگر

حلولیہ کے معنی مراد لیے جائیں تو پھر اس مرتبہ پر پہنچا ہوا شخص ہاتھ سے استنجا کیوں کرتا ہے۔ ہاتھ گندگی میں کیوں ڈالتا ہے۔ پاؤں سے بیت الخلا کو کیوں جاتا ہے؟ اسی طرح آنکھ اندھی، کان بہرا، ہاتھ لولہا یا پاؤں لنگڑا کیوں ہوتا ہے کیا ان صفات کو اللہ کی طرف منسوب کرو گے استغفر الله ثم استغفر الله سب سے زیادہ اقرب الی اللہ محمد ﷺ ہیں۔ ''ایک لڑائی میں آپ ﷺ کی انگلی زخمی ہوگئی۔ اس میں سے خون نکل آیا آپ نے فرمایا تو ایک انگلی ہے جو خون آلودہ ہوگئی ہے تیری یہ تکلیف اللہ کے راستہ میں ہے۔'' (بخاری)

کیا معاذ اللہ خود اللہ ہی کو یہ زخم ہوا تھا؟

اگر صوفیا کے معنی لیے جائیں تو جس کا ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور کان اللہ ہے اس کو تکبر سے کیا منع؟

پھر جن آیات و احادیث میں تکبر کرنے سے منع فرمایا وہ کن کے لیے ہے؟ لہذا وہ معنی جو سلف صالحین نے بیان کیے وہی درست ہیں۔

اس کا بھی مفہوم یہی ہے:

﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ﴾ (انفال:۸/۱۷)

تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے۔

یہاں بھی سبب اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی کے حکم سے مومنین نے ان سے قتال کیا اور وہی مومنین کو فتح دینے والا ہے لہذا اس فعل کی اضافت اللہ کی طرف بھی ہے۔

محبت رسول ﷺ کا صحیح تقاضا

اگر کوئی شخص محبت رسول ﷺ کا تو مدعی ہو مگر محبوب کے احکام کی پروانہ کرے اور اپنے دل اور نفسانی خواہش سے ایسی باتیں نکالے جو محبوب کو ناپسند ہوں تو ایسی محبت محبت نہیں بلکہ نافرمانی اور سرکشی ہے۔

رسول اللہ ﷺ تو یہ اعلان کریں کہ میں اپنی جان کے لئے اور تمہارے لئے کسی نفع ونقصان کو اختیار نہیں رکھتا مگر عاشقانِ رسول یہ کہیں کہ آپ تمام کائنات کے مختیارِ کل ہیں آپ کے در سے ساری دنیا کو رزق' اولاد' محبت اور مال ومتاع تقسیم ہوتے ہیں۔ آپ اپنی امت کو شرک سے ڈرائیں اور عاشقانِ رسول شرک کے معاملہ میں بے پرواہ ہوں اور یہاں تک کہیں:

احد احمد ہے لیکن میم کے پردے میں آیا ہے۔ (دیوانِ محمدی ۱۶۵)

خدا کہتے ہیں جس کو مصطفیٰ معلوم ہوتا ہے
جسے کہتے ہیں بندہ خود خدا معلوم ہوتا ہے

(دیوانِ محمدی ۱۴۵)

یا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی

(دیوانِ محمدی ۱۳۵)

سید احمد سعید شاہ کاظمی وحدت الوجود کے رنگ میں محمد کو خدا ثابت کرتے ہیں۔ (دیوانِ محمدی ۱۹)

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد، حکم اور فرمان کی اس بے دردی کے ساتھ مخالفت اور خلاف ورزی کے بعد عشق رسول کا دعویٰ ایک ایسا تضاد ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ کتنا بڑا دھوکہ ہے جو عشقِ رسول کے نام پر لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے حقیقی محبت کرنے والوں کو اور دین کے داعیوں کو گستاخِ رسول کہہ کر مطعون کیا جا رہا ہے توحید کے بارے میں یہ لوگ اتنے بے پرواہ ہیں کہ کوشش کرتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی نکتہ پیدا کر کے اللہ اور رسول اللہ کو ایک ہی سطح پر لے آئیں اور عبد و معبود کا یہ فرق و امتیاز کسی نہ کسی حیلہ سے مٹے نہیں تو کم سے کم ملتبس ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق پر چلنے اور باطل سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین

﴿اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ تَسْلِیْماً کَثِیْراً وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾

﴿آمین﴾